ادارہ

سانحہ لال مسجد

سینیٹ میں سینیٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا اہم خطاب

سینٹ آف پاکستان میں 14 اگست 2007ء کو لال مسجد اور امن عامہ کی صورت حال پر بحث کے دوران جمیعت علماء اسلام کے سربرہ سینیٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اہم خطاب فرمایا۔ دس منٹ کے نہایت محدود وقت کے باوجود خطاب میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی۔ خطاب موقع کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر نذر قارئین ہے۔........... (ادارہ)

سینیٹر مولانا سمیع الحق: انشاء اللہ مختصر بات کروں گا۔ باتیں تو تقریباً دونوں اطراف سے ہوگئی ہیں۔ حکومتی طبقوں نے بھی اپنا موقف زور وشور سے بیان کیا ہے دوسروں نے بھی بیان کیا ہے میں انہیں دہراؤں گا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ دس دن بھی دس سال بھی اس لال مسجد کے المیہ پر ہم تقریریں کریں تو اس المیہ کا ازالہ نہیں ہوسکتا نہ اس کی تلافی ہوسکتی ہے۔ اب جو کچھ جلنا تھا وہ جل گیا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا کہ

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے

ہم تو اب اس خاک اور راکھ کو بھی نہیں کرید سکتے کیونکہ اس ملبے کو بھی انہوں نے اٹھا کر دور دراز پھینک دیا ہے اب اصل مسئلے پر ہمیں آنا چاہیے وہ جو حادثہ ہوگیا۔ اس کے اسباب آج بھی اسی طرح ہیں۔ اب بھی ہر جگہ کوئی نہ کوئی مسجد لال مسجد بن سکتی ہے۔ پورا ملک لال مسجد بن سکتا ہے۔ حادثے کی طرف نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ یہ ایک اتفاقی یا حادثاتی واقعہ نہیں ہے۔ ایک طویل جنگ کا تسلسل ہے یہ اس کے مظاہر ہیں۔ ہم پر پرائی جنگ مسلط کر دی گئی ہے۔ ہم پرائی آگ کو اپنے گھر میں لے آئے ہیں۔ ہم نے سرحدات کو کھول دیا ہے اور پامال کر دیا ہے۔ آج پورے ملک میں حکومت کی رٹ نہیں ہے امریکی کہتے ہیں کہ جب بھی ہم چاہیں گے سرحدات کی حدود کو پامال کریں گے۔ رات بھی ایک مذاکرہ ہو رہا تھا اور امریکی کہہ رہے تھے کہ اکثریت نے رائے دی ہے، تقریباً ستاون فیصد نے رائے دی ہے کہ ہمیں حق ہے کہ القاعدہ کا نام جہاں بھی سنیں گے ہم پاکستان میں خود کارروائی کریں گے یہ تازہ سروے آیا ہے۔ اس صورتحال میں ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اس پرائی جنگ سے کیسے نکلیں۔ ہم امن وامان کی صورتحال پر بحث کرتے ہیں، خدا گواہ ہے کہ سولہ کروڑ عوام میں ایک فرد بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا، نہ محفوظ ہے۔ سڑک پر جا رہا ہے کسی وقت دھماکہ ہو جائے گا۔ کسی

جگہ جلسہ ہے، کسی جگہ مجمع ہے کوئی بازار سودا سلف کے لیے جاتا ہے اس کے پرخچے اڑ سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں ہم کیسے امن وامان کے جزیات پر بحث کریں۔

ہم نے غیروں کو خوش کرنے کے لیے بہت قربانیاں دیں۔ ہمارے غیور، مجاہد وہ فوج جو ایمان، یقین اور جہاد کا ماٹو رکھتی تھی، ہم نے ایک ہزار تقریباً اپنے مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں مروائے۔ سینکڑوں افراد ہمارے اپنی افواج کے ہاتھوں مارے گئے۔ آج بھی سینکڑوں افراد کو لاپتہ کہیں پھینکا ہوا ہے اور ان کے رشتہ دار اور لواحقین پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے اور وزیراعظم سیکرٹریٹ کے سامنے سپریم کورٹ کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنے گمشدگان کے لیے رو پیٹ رہے ہیں۔ ہم نے پانچ چھ سو افراد کو پکڑ کر گوانتانا موبے بھیج دیا اور امریکہ کے حوالہ کردیا اور لکھا کہ ڈالروں کے بدلہ میں انہیں بھیجتے ہیں۔ اس سے زیادہ ہم اور کیا ''قربانیاں'' دیں گے پھر بھی وہ ہماری حدود کو پامال کررہے ہیں۔ ہمارے میمن صاحب نے کہا کہ کسی کو یہ حق نہیں دینگے کہ یہاں مداخلت کریں۔ ہم کہتے تو ہیں لیکن عملاً وہ کیا کچھ نہیں کرتے۔ اکیس دفعہ وہ ہماری سرحدات کو پامال کرچکے ہیں۔ ابھی پرسوں ترسوں انہوں نے پاراچنار کی حدود کو پامال کیا۔ پھر دوبارہ امریکی فوجیں آئیں امریکی جہاز آئے اور ہمارے علاقوں پر گھومے پھرے۔ ٹی وی پر ہمارے فوجی ترجمان سے پوچھا گیا کہ بھئی تم انکار کرتے ہو جبکہ پرسوں رات بھی فوج آئی تھی، جہاز آئے تھے۔ اس نے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی طرح عجیب بات کی، یہ ایسی بات ہے کہ کسی کے گھر میں چور اتر جائیں، تقدس پامال ہوجائے اور عصمت دری ہو جائے، عزت خراب کردے پھر اس کو کہا جائے کہ یہ کیا ہوا؟ وہ کہے کہ کچھ بھی نہیں کہ رات کی تاریکی میں کچھ لوگ آئے تھے، معمولی چھیڑ چھاڑ کر کے چلے گئے۔ اس ترجمان راشد صاحب نے کہا کہ تاریکی میں غلطی سے آئے ہوں گے گھوم پھر کر واپس چلے گئے۔ اب صورتحال اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ ہم نے خود 82 طالب علموں کو کرش کیا، امریکہ نے اگرچہ کیا لیکن ہم نے وہ الزام سر پر لے لیا۔ وہاں پر کونسی رٹ خراب ہوگئی تھی۔ لال مسجد کی صورتحال تو وہاں نہیں تھی۔ باجوڑ میں بھی ہم نے دیکھا، پھر وزیرستان میں دیکھا کہ وہ آکر معصوم و نہتے طالب علموں کو تہہ تیغ کر جاتے ہیں۔ اس صورتحال پر غور کرنا چاہیے کہ ہم اس سے کیسے نکلیں گے۔ اب تو انہیں جرات ہوگئی ہے، بدقسمتی سے ہماری فوج کو بھی ہوگئی ہے جس کو ماؤں نے جہاد کیلئے شہادت کے لیے بھیجا تھا وہ جو کرنل صاحب مرحوم جو پہلے دن لال مسجد میں ہلاک ہوگئے اس کی بہنوں نے رو رو کر کہا، ماں نے رو رو کر کہا کہ ہم نے تو اس کو جہاد کے لیے بھیجا تھا۔ اب اللہ کو ہم کیا منہ دکھائیں گے۔ انہوں نے جاکر معصوم بچوں اور بچیوں کو مارا۔ جناب چیئرمین صاحب یہ بڑا المیہ ہے کہ معصوم بچے اور طلباء طالبات جو اللہ کے دین کو سیکھنے کیلئے وہاں جمع تھے وہ کسی ظلم اور زیادتی کے قابل نہیں تھے۔ ہندوستان نے مسعود اظہر کو چھوڑا جس نے ہندوستان کو ہلا دیا تھا اپنے ایک جہاز کی سواریوں کیلئے، یہ قربانی ہم نہیں دے سکتے تھے۔ ہم نے قرآن کو جلنے دیا میں کہتا ہوں کہ قرآن صرف وہ نہیں ہے جو طاقوں میں پڑا جل گیا قرآن وہ ہے جو ان بچوں اور بچیوں کے سینوں میں تھا وہ سینے چھلنی ہوگئے تو سینوں کے اندر قرآن چھلنی ہوگیا خدا نے کہا کہ میں قرآن کی حفاظت الماریوں سے، فولاد سے،

کاغذات سے، گتے سے نہیں کرتا ہوں بل فی صدور الذین اُوتو العلم (آلایۃ)
خدا نے کہا کہ میں قرآن کی حفاظت ان بچوں بچیوں کے ذریعے کراؤں گا جن کے سینوں میں میں نے ڈالا ہے تو کیا اگر کسی برگر فیملی ایچی سن کالج یا بیکن ہاؤس کے لوگوں نے ایسا کیا ہوتا تو ان کے ساتھ ہم ایسا سلوک کر سکتے تھے کیا ہمارے کالجوں میں یونیورسٹیوں میں بغاوت نہیں ہوتی ہے، پرنسپل اغواء نہیں ہوتے ہیں وائس چانسلروں کا محاصرہ نہیں ہوتا۔ پرچے آؤٹ نہیں ہوتے ہیں یہ سب کچھ ہم برداشت کرتے ہیں اس معاملے کو اس لیے ہم برداشت نہ کر سکے کہ بش کا order آ گیا تھا اور بش کا order قطعی یہ تھا کہ ان کو crush کر دو کیونکہ بش نے خود ایک ہفتے بعد اپنی ریڈیو کی تقریر میں لال مسجد کا نام لے کر کہا کہ یہ میری جنگ کا حصہ ہے اور حیرت کی بات ہے کہ وہ پھر مبارکباد بھی دیتا ہے۔ آسٹریلیا، برطانیہ اور بش بھی مبارکباد دیتا ہے ہماری مسجد کا معاملہ ہے۔ کیا کسی کالج میں ایسا ہوا ہوتا تو بش اس کو اپنے ذمہ اٹھا لیتے۔ بات دین واسلام اور ہمارے تشخص ہمارے شناخت مٹانے کی ہے تو ایک ٹیلی فون پر ہم سب کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ 9/11 کا واقعہ آیا ہماری ساری قربانی ایک ٹیلیفون پر چلی گئی۔ جب حدود آرڈیننس کا وقت آیا حدود اللہ کو ایک ٹیلی فون پر ختم کیا گیا۔ اب ایمرجنسی کی بات آئی کھلم کھلا ساری رات ایمرجنسی کا ہنگامہ تھا لیکن ایک فون پر ایمرجنسی واپس ہو گئی وہ بھی صدر کی نہیں بلکہ کنڈولا رائس کی، وہ ڈائن جس کو دیکھ کر انسان ڈرنے لگتا ہے اس کے order پر ہم نے فیصلہ بدل لیا ہمارے صدر صاحب نے کہا کہ میں افغانستان نہیں جاؤں گا لوئے جرگہ میں سیکورٹی کی وجہ سے یا ادھر مصروفیات بہت تھیں لیکن رات کو فون آیا کہ جاؤ وہاں افغانستان پہنچو، اس نے فیصلہ بدل دیا اور چلا گیا۔ تو جناب میں کہا کرتا ہوں کہ دہشت گردی کے نام پر روزانہ صدر صاحب دہشت گردی اور انتہا پسندی کا واویلا کرتے ہیں اور جو طاقتیں ہیں وہ ہر جگہ متحرک ہو جاتی ہیں۔ باجوڑ، سوات اسلام آباد ہم اس کو یہاں تک لے آئے ہیں۔ افسوس ہے کہ دہشتگرد تو صلیبی لوگ ہیں۔ وہ دہشت گردی کر رہے ہیں اور صیہونیت دہشت گردی کر رہی ہے۔ سامراجی ہم پر دہشت گردی مسلط کر رہے ہیں۔ استعماری دہشت گردی ہم پر مسلط ہے مگر الٹا ہمیں کہا جا رہا ہے کہ آپ دہشت گرد ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس صورت حال پر ہم ٹھنڈے دل سے دونوں ایوانوں میں غور کریں۔ یہ واقعہ بھی ایسا ہنگامی پیدا نہیں ہوا کسی نے اکسایا، پھر کسی نے طول دیا پھر آخر میں یہ end تک پہنچانا تھا۔ دو نقصان ہو گئے۔ ایک ہمارے مدارس کی ایسی تصویر ورلڈ کو دکھا دی گئی اور جو چھ مہینوں تک اس کو طول دیتے رہے۔ جبکہ ہم ہمیشہ چیختے چلاتے رہے کہ پشاور سے کراچی تک کسی مدرسہ میں دہشت گردی کا تصور بھی نہیں نہ انتہا پسندی کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن دنیا کو بتایا گیا کہ ہم ہی تمہارے لئے فِٹ ہیں اور دہشت گردی کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں کہ اسلام آباد پر بھی کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اسلئے ہمیں ہی مضبوط رکھیں اور ان کے سروں پر بیٹھنے دو۔ ورنہ کوئی چیز محفوظ نہیں رہے گی۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد اور مدرسے کی وہ عظمت اور تقدس اور حرمت ختم ہو گیا اب کوئی بھی جرات کے ساتھ کسی بھی جگہ دوبارہ کر سکتا ہے۔

بہر حال میں کہتا ہوں کہ ایسا المناک حادثہ کو کوئی نہ کوئی ... زخم مندمل تو نہیں ہو سکتے آج تک ... کتنے دار

گزر گئے ہیں۔ مولانا عبدالعزیز اور اس کا سارا خاندان چیخ رہا ہے، مطالبہ کر رہا ہے کہ ایک سات رکنی اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کیا جائے۔ سپریم کورٹ کے ججوں کی نگرانی میں۔ ہم نے سینیٹ کی وزارت مذہبی امور کی سٹینڈنگ کمیٹی بلائی۔ اس کمیٹی نے بھی مطالبہ کیا کہ فوری طور پر ایک تحقیقاتی کمشین قائم کیا جائے لیکن یہاں کوئی سنتا ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے جو بھی ہو گیا اللہ کا گھر ہے اس کو فوراً آزاد کرایا جائے۔ نماز نہیں ہو رہی۔ کیا لرزنے والی بات نہیں ہے۔ اللہ اکبر کا نام ہم اسلام آباد کی مسجد میں نہیں لے سکتے۔ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ مدارس میں جو لوگ شہید ہونے تھے وہ ہو گئے لیکن اب ان کو بحال کیا جائے۔ تیسری میری گزارش یہ ہے کہ اس مظلوم شخص کو جس کا بھائی شہید ہو گیا۔ جس کا بیٹا شہید ہو گیا۔ جس کی والدہ صاحبہ شہید ہو گئی اس کو روزانہ ہم ہتھکڑیوں میں لے آتے ہیں اور ایک طویل سلسلہ شروع کیا ہے۔ چھ چھ گھنٹے اس کو بند ڈبے میں بٹھائے رکھتے ہیں۔ اس پر دل کا دورہ پڑنے لگ جاتا ہے۔ پھر ٹی وی پر اس منظر کو پوری قوم کو دکھاتے ہیں۔ ہتھکڑیوں میں لایا جاتا ہے اور لے جایا جاتا ہے اس کے ساتھ جوان بیٹی اور پاک دامن بیوی برقعوں میں پھرتی رہتی ہیں۔ کم از کم ہمیں افسوس تو ہونا چاہیے۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مگر یہاں تو پشیماں بھی نہیں اور ڈھٹائی سے ہم لگے ہوئے ہیں اس کی وکالت کرتے ہیں اور صفائی کرتے ہیں کہ ہم نے ٹھیک کیا ہے۔ یہ تو تاریخ میں بعد میں آئے گا کہ ہم نے کیا کچھ درحقیقت کیا ہے۔ یہ کربلا سے بھی زیادہ دہشت ناک واقعہ ہے کہ کربلا تو میدان صحرا میں تھا آبادی نہیں تھی کوئی شاید مدد کرنے نہ پہنچ پاسکا مگر یہ تو ہمارے ایوانوں کے نیچے واقعہ تھا۔ دارالخلافہ میں تھا۔ ایوان صدر کے نزدیک تھا۔ سینیٹ کے سامنے تھے۔ کاش آپ ہنگامی طور پر بیرون ملک کا دورہ منسوخ کر کے واپس آجاتے اس معاملے کو take up کر لیتے۔ شاید معاملہ حل ہو جاتا مگر ہم سب زندہ ہیں اس دور میں تو ہمارا نام بھی یاد رکھا جائیگا۔ کہ کربلا جیسا حادثہ آیا تھا اور یہ لوگ علماء وکلاء، ممبران پارلیمنٹ، ان کے نام بڑے بڑے لفظوں میں لیا جائیگا۔

ہم سب اپنا کردار ادا نہ کر سکے۔ ہم شرمندہ ہیں۔ ہمارا ضمیر ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ تو اب کم از کم ہم اس پر نمک پاشی تو نہ کریں سینیٹ میں ان کی مکمل تعداد بتائی جائے کہ کتنے افراد شہید ہوئے ہیں۔ آج تک کسی نے صحیح تعداد نہیں بتائی۔ وزیر داخلہ صاحب نے ۷۰ کہا، کسی نے ۱۰۵ کہا۔ کسی نے کچھ اور کہا۔ سیکرٹری صاحب نے کچھ اور کہا آج تک تفتیش نہیں ہو رہی کہ کتنے لوگ شہید ہوئے ہیں اور ان کے لواحقین در بدر پھر رہے ہیں۔ نہ کوئی ان کی شنوائی ہوئی اور نہ کوئی ان کو ہرجانہ دیا گیا میں سمجھتا ہوں کہ ایک کمیشن تشکیل دیا جائے۔ کم از کم سینیٹ سے افسوس کی ایک قرارداد آجائے اختتام میں کہ حادثہ تو جو بھی تھا مگر تاریخ بعد میں بتائے گی کہ سینیٹ نے کیا کیا تھا؟ سینیٹ میں ایک قرارداد آجائے جس میں ٹھوس، مفید اور تلافی کرنے والی باتیں ہوں اگر ہمارے مطالبات آپ کو کچھ اچھے لگتے ہیں تو اس کو قرار داد میں لے آئیں۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ اکتفا کرتا ہوں۔